نظرات

عوام نے مہاراشٹر اسمبلی انتخابات میں کانگریس کے سلسلے میں اسکے اپنے اعمال کے مطابق فیصلہ صادر کر دیا۔ لیکن یہ بات بھی کم حیرت انگیز نہیں ہے کہ جو عوام کانگریس کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت اتنے سمجھدار دکھائی دیئے وہی عوام فرقہ پرست عناصر کو سمجھنے میں اس قدر ناسمجھ دکھائی دیئے ہیں کہ انہوں نے ان کے ہاتھ میں مہاراشٹر صوبہ جسمیں عالمی شہرت یافتہ اور صنعتی لحاظ سے اہم شہر بمبئی شامل ہے کی عنان حکومت ہی ان کے ہاتھ میں سونپ دی ـــ اور وہ بھی ایسے موقع پر جب غیر ممالک سے کاروبار کے لئے کئی کاروباری کمپنیاں اپنے بڑے بڑے اثاثوں و سرمایہ کے ساتھ ہندوستان میں آنے کی تیاری میں لگی ہوئی ہیں ـــ مرکزی حکومت نے ہندوستان کو صنعتی لحاظ سے ایک مضبوط ملک بنانے اور دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں کی قطار میں ایک اونچا مقام دلانے کا جو منصوبہ بنایا تھا، مہاراشٹر کے اسمبلی انتخابات کے نتائج نے اس پر ایک طرح سے پانی سا پھیر دیا ہے ـــ باہر کی کمپنیاں بھی مہاراشٹر کے حالات پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور وہاں کی صوبائی حکومت کے طور طریقہ اور تیور دیکھ کر ہی ہندوستان میں سرمایہ لگانے یا نہ لگانے کا فیصلہ کریں گی۔ تجارت پیشہ لوگ اپنے سرمایہ کی مکمل حفاظت چاہتے ہیں اور وہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ سرمایہ لگانے کا جو مقصد ہے وہ پورا بھی ہوگا یا نہیں اس پر سوچ و بچار کے بعد ہی اگر انہیں سرمایہ لگانا منفعت بخش نظر آیا تو انھیں پھر ہندوستان آنے میں کوئی عذر نہیں ہوگا اور اگر انھیں ذرا بھی شبہ ہوا کہ ان کا سرمایہ دنگا فساد کی نذر ہو سکتا ہے۔ یا ناگفتہ بہ حالات کے دلدل میں پھنس سکتا ہے تو وہ ہرگز سرمایہ لگانے کے لئے آمادہ نہیں ہوں گے۔

مہاراشٹر میں بی جے پی اور شیوسینا گٹھ جوڑ نے جس طرح کے بیان دئیے اور اپنی کارگذاری سے جو تاثر دیا ہے اس سے تو اس اندیشہ کو تقویت ہی ملتی ہے کہ آئندہ حالات نازک ہی ہونگے اور یہ موجودہ نامساعد حالات میں ملک کے لئے کوئی اچھی بات نہ ہوگی ۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ مہاراشٹر کی بی جے پی و شیوسینا گٹھ جوڑ کی حکومت کی باگ ڈور اصل میں شیوسینا کے چیف مسٹر بال ٹھاکرے کے ہاتھ میں ہوگی اور ان کی شخصیت کے بارے میں عوام الناس کے بعض طبقات میں جس طرح کے متنازعہ خیالات پیدا ہیں یا مسٹر ٹھاکرے جس طرح کے بیانات دیتے رہے ہیں یا دے رہے ہیں اس سے اقلیتوں میں تو خوف و ہراس اور دہشت پیدا ہے ہی، مہاراشٹر کے عالمی شہرت یافتہ شہر بمبئی میں موجود غیر مراٹھی خصوصاً جنوبی ہند اور ملک کے دیگر شہروں کلکتہ بہار وغیرہ کے لوگوں میں بھی بے چینی کا پیدا ہونا قدرتی بات ہے ۔ اور جس حکومت کے دور میں عوام کے کسی بھی طبقہ میں بدگمانی یا خوف و دہشت اگر پیدا ہو جائے تو یہ ملک و عوام کے مفاد کے قطعاً خلاف ہے اور اسے کسی بھی طرح ملک و قوم کے مفاد کے لئے اچھی علامت سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا ہے سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حکومت سے باہر کوئی بھی غیر متعلقہ شخص حکومت کی پالیسی کے بارے میں یا حکومت کے کام کرنے کے طریقۂ کار کے بارے میں حتمی طور پر کچھ کہے تو یہ نہ صرف ملک و قوم کے مفاد کے خلاف ہے بلکہ جمہوریت پر بھی یہ زبردست حملہ کرنے کے مترادف ہے ۔ اور یہ بات ایک آئینی حکومت، جو عوام کی چنی ہوئی ہے کی موجودگی میں ایک متوازی حکومت ہونے کا شبہ پیدا کرتی ہے ۔ مسٹر بال ٹھاکرے نے ایک بیان میں یہ بات بھی کہی ہے کہ "فلم سٹار سنجے دت، جو ٹاڈا میں گرفتار ہیں، کے مقدمہ کی فائل کا میں مطالعہ کر رہا ہوں" سرکاری محکمہ کی فائل غیر سرکاری شخص کے یہاں کس طرح گئی اور کیوں گئی، کس قانون کے تحت گئی یہ سب سوال اہم ہیں اور جب تک ان کا جواب معقول نہ ملے جمہوریت اور آئین کے لئے یہ معمہ ہی بنا رہے گا ۔ حکومت اور رازداری لازم و ملزوم ہیں ۔ اسی لئے اراکین حکومت کے لئے رسم حلف برداری آئینی عہد ہے اور جس نے یہ آئینی عہد توڑا اس کے حکومت کرنے کا حق ہی ختم ہو جاتا ہے تو پھر کیا ہم یہ سمجھیں کہ مہاراشٹر کی بی جے پی اور شیوسینا گٹھ جوڑ کی سرکار عوام اور آئین سے بدعہدی کی مرتکب ہو چکی ہے؟ اس لئے اسے حکومت کرنے کا کوئی اختیار ہی نہیں ہے؟ جس حکومت کے

اراکین حلف کی خلاف ورزی کریں اس پر عوام بھی کوئی اعتبار واعتماد اور یقین بھلا کس طرح کر سکتے ہیں۔

تازہ اسمبلی انتخابات کے نتائج سے یہ بات تو صاف ہو ہی چکی ہے کہ عوام میں کانگریس کے تئیں وقار گھٹ چکا ہے۔ اڑیسہ میں اگرچہ کانگریس نے اکثریت حاصل کرکے حکومت بنالی ہے تو بہار، گجرات اور مہاراشٹر میں کانگریس کی جو درگت بنی ہے اس کے پیش نظر آئندہ پارلیمانی انتخابات میں کانگریس کے لئے کامیابی حاصل کرنے کے امکانات دھندلے ہو چکے ہیں اور یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا ہے کہ مرکزی حکومت کی باگ ڈور کانگریس کے ہاتھ میں ہوگی بھی یا نہیں؟ اور اگر کانگریس نے ۱۹۹۶ء کے پارلیمنٹری کے انتخابات میں دوبارہ اکثریت نہ حاصل کی تو یہ بھی حقیقت اپنی جگہ مسلمہ ہے کہ ملک میں کوئی بھی ایسی جماعت نہیں ہے جو اکیلے اپنے بل بوتے پر مرکزی حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے لائق اکثریت حاصل کر پائے گی اور یہ ملک کے لئے اچھی علامت کسی بھی طرح نہیں کہی جا سکتی ہے۔ جب کوئی بھی ایک جماعت اس قدر اکثریت حاصل نہ کر سکے گی کہ جس سے وہ حکومت کی باگ ڈور سنبھال سکے تو پھر ملک میں افراتفری کا عالم ہی مچا رہے گا؟ ترقیاتی منصوبے پایۂ تکمیل تک پہنچنے محال ہوں گے۔ زور آزمائی کے داؤں پیچ ہی دیکھنے کو ملیں گے یہاں تک کہ جلدی دوبارہ انتخابات کی نوبت آن پڑے گی جس سے انتخابات کرانے کے زبردست اخراجات کا بوجھ عوام کے کاندھوں پر خواہ مخواہ پڑے گا ہی اور ملک افراطِ زر کے جال میں بُری طرح جا پھنسے گا عوام الناس مہنگائی کی چکی میں پستے رہیں گے کاروبار چوپٹ ہو کر رہ جائے گا۔ صنعتی ترقیاں ٹھپ پڑ جائیں گی ملک کے لئے اچھے وخوشگوار حالات کی امیدوں پر اوس پڑ جائیں گی۔ اس لئے اس بات کی طرف ہمیں ابھی سے اپنی توجہ ضرور مبذول کرانی پڑے گی کہ اگر ملک میں عوام کانگریس کی کارگذاری سے مایوس ہو رہے ہیں تو اس کا متبادل بھی جلد سے جلد تلاش کرنا ہوگا۔ ورنہ ایک طرف فرقہ پرست جماعتوں کا جمگھٹا ہوگا اور دوسری طرف فرقہ پرست مخالف جماعتوں کی فوج ہوگی جو ایک دوسرے میں برائیاں ہی ڈھونڈتی ڈھونڈتی آپس میں ہی دست وگریباں ہو رہی گی۔

ابو محمد شاکر